بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن مجید سے حدیث کے حجّت ہونے کے دلائل

مرتبہ

مسعود احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حُجّتِ حدیث

صحاح ستّہ | صحاح ستّہ میں چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کو چھوڑ کر باقی کتابوں میں چند ضعیف احادیث بھی ہیں، پھر ان تمام کتابوں میں صحابہ اور ائمہ دین کے اقوال بھی ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ جو کچھ صحاح ستّہ میں ہے وحی ہے، صحیح نہیں۔ لیکن ان کتابوں میں جو صحیح احادیث ہیں ان کے متعلق ہم بلا خوف و جھجک بغیر کسی پس و پیش و احساسِ کمتری کے اعلان کرتے ہیں کہ بے شک ان کا مفہوم و منشا وحی الٰہی ہے اور ان پر ہمارا اسی طرح ایمان ہے، جس طرح قرآن مجید پر، وہ اسی طرح واجب التعمیل ہیں جس طرح قرآن مجید۔ ہماری موجودہ اصطلاح میں اس کا نام وحی خفی ہے۔ یہ بحث کئی عنوانات پر مشتمل ہے جو ذیل میں سلسلہ وار درج کی جا رہی ہے۔

کیا انبیاءِ سابقین پر کتابِ الٰہی کے علاوہ وحی نازل ہوئی؟

انبیاء سابقین پر کتابِ الٰہی کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی، اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

آدم علیہ السلام | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَآدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (بقرۃ - ۳۲) — اے آدم! فرشتوں کو ان کے نام بتادو۔

پھر ارشاد فرمایا۔

يَآدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ الْاٰيَةَ (البقرۃ - ۳۵) — اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو، اور خوب کھاؤ، جہاں سے چاہو مگر اس درخت کے قریب نہ جانا

لیکن شیطان کے بہکانے سے انہوں نے اس درخت میں سے کھالیا۔

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہٰ - ۱۲۱) — آدم نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی اور بہک گئے

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ [illegible] — آدم علیہ السلام [illegible]

عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(البقرۃ - ۳۶ - ۳۷)

سیکھ لئے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، بے شک اللہ توّاب اور رحیم ہے، ہم نے کہا، تم سب یہاں سے اترو، پھر جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ بے خوف اور بے غم ہوگا۔

آدم علیہ السلام جنّت سے اتارے جاتے ہیں، اس وقت کتابِ ہدایت بھیجنے کا وعدہ کیا جاتا ہے گویا ابھی تک کتاب نہیں آئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے باتیں کرتا تھا۔ حتّٰی کہ اس کتاب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو چند کلمات بھی سکھائے تھے جن کے ذریعے سے ان کی توبہ قبول ہوئی، لہٰذا ثابت ہوا کہ کتاب اللہ کے علاوہ بھی آدم علیہ السلام پر وحی آتی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا اَتٰىهَا نُوْدِیَ يٰمُوْسٰى ○ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔

(طٰہٰ - ۱۱ و ۱۲)

جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو ان کو پکارا گیا۔ اے موسیٰ! میں تمہارا ربّ ہوں۔ اپنی جوتیں اتاردو۔

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى (طٰہٰ - ۱۳)

سنو جو کچھ وحی کی جارہی ہے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ - ۱۴)

میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ - ۱۷)

اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟

پھر عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا ہوئے، پھر ارشاد ہوا،

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔

(طٰہٰ - ۲۴)

فرعون کے پاس جاؤ، وہ بہت سرکش ہوگیا ہے

الغرض موسیٰ علیہ السلام فرعون کو تبلیغ کرتے ہیں، جادوگروں سے مقابلہ ہوتا ہے، اس موقع پر

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (طٰهٰ - ٦٨) ڈرو مت تم ہی غالب رہو گے۔

پھر موسٰی علیہ السلام وہاں سے ہجرت کرتے ہیں، فرعون غرق ہو جاتا ہے، موسٰی علیہ السلام وادی سینا میں تشریف لے آتے ہیں، پھر اس موقع پر ان کو کتاب دی جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا (الاعراف - ١٤٥) اور ہم نے تختیوں میں ان کے لئے ہر قسم کے نصائح اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی اور حکم دیا کہ اس کو قوت کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ ان کی اچھی باتوں پر عمل کرے

اس کے بعد موسٰی علیہ السّلام قوم کے پاس واپس آئے اور بچھڑا پوجنے کی وجہ سے ان پر اتنا غصہ آیا کہ وہ تختیاں زمین پر پٹخ دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ (الاعراف - ١٥٠) اور تختیں پٹخ دیں۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ (الاعراف - ١٥٤) اور جب موسٰی علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو تختیں اٹھالیں۔

دیکھا آپ نے! کتاب تو اب ملی ہے لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ موسٰی علیہ السلام پر بے شمار مرتبہ وحی کرچکا تھا، کتاب دینے کے بعد فرمایا، "اسے مضبوطی سے پکڑو" اور تو اور کتاب جب نازل ہوئی تو ایسی کہ اس میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر طرح کی تفصیل تھی لیکن اس کے بعد بھی وحی جاری رہی، موسٰی علیہ السلام ستر آدمیوں کو کوہ طور پر لے جاتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کرتے ہیں، ایک بجلی آتی ہے اور سب مرجاتے ہیں، موسٰی علیہ السلام دعاء کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے:۔

عَذَابِىْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ (الاعراف - ١٥٦) میں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے۔

الغرض، کتابِ الٰہی سے پہلے بھی وحی جاری ہے اور کتابِ الٰہی کے بعد بھی وحی جاری ہے۔

خلاصہ

اللہ تعالیٰ نے موسٰی علیہ السلام سے مختلف مواقع پر گفتگو فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے، اے

موسٰی! یہ مقدس وادی ہے، جوتے اُتار دو، یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، اسے زمین پر ڈال دو، ڈرو نہیں، میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے، اس کو اٹھالو، یہ پھر لاٹھی بن جائے گا، ہاتھ کو جیب میں ڈالو، فرعون کے پاس جاؤ، اُس سے نرمی سے بات کرنا، انہوں نے جواب دیا، ڈر لگتا ہے کہیں وہ قتل نہ کردے، دعا کی، مجھے ایک وزیر چاہیے، میری زبان صاف نہیں، اس کی اصلاح فرمائیے، جواب ملا، اچھا یہ باتیں قبول ہیں وغیرہ وغیرہ، حکم ملا، گائے کو ذبح کرو، قوم نے طرح طرح کے بے ہودہ سوالات کئے، اللہ تعالیٰ جواب دیتا رہا، غرض یہ کہ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ قرآنِ مجید میں مذکور ہیں، انصاف سے بتلائیے، کیا یہ سب باتیں اس کتابِ الٰہی میں موجود تھیں جو موسٰی علیہ السلام کو دی گئی تھی؟

یوسف علیہ السلام ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (یوسف - ۱۵)

جب وہ یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے اور اس بات پر اتفاق کیا کہ ان کو کنویں میں ڈال دیا جائے تو ہم نے یوسف کو وحی بھیجی کہ (ایک وقت آئے گا جب) تم ان کو اس کام کی خبر دو گے اور وہ نہ سمجھتے ہوں گے۔

یوسف علیہ السلام ابھی بچے ہیں لیکن وحی آرہی ہے، اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا (یوسف - ۲۲)

جب وہ جوان ہوئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم دیا۔

سیاق وسباق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انہیں کتاب نہیں دی گئی تھی ورنہ وہ مبلغ کی حیثیت سے سامنے آتے، اس کے بعد زنانِ مصر نے انہیں اپنی طرف مائل کرنا چاہا، انہوں نے انکار کیا جس کے نتیجے میں وہ قید خانے میں بھیج دیئے گئے، قید خانے میں تبلیغ شروع ہوتی ہے، اگر بالفرض حکم و علم کے ملنے سے مراد کتابِ الٰہی کا ملنا ہے تو پھر کتاب سے پہلے بچپن میں وحی کا آنا ثابت ہے، گویا یوسف علیہ السلام پر کتابِ الٰہی کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔

دیگر انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ کی گفتگو

چند فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہیں، فرشتے بیان کرتے ہیں کہ وہ لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف عذابِ الٰہی کے ساتھ بھیجے گئے ہیں، آگے ارشاد باری ہے۔

يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ (ھود - ۷۴)
ابراہیم قوم لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: اے ابراہیم!

أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا (ھود - ۷۶)
اس بات کو جانے دو۔

کیا ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے مجادلہ اور سوال و جواب صحفِ ابراہیم میں موجود تھا؟

زکریا علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، اے اللہ! میں بوڑھا ہوگیا ہوں، مجھے فرزند عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہارے ہاں لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا اور یہ نام پہلے کسی کا نہیں ہوا، پوچھا، اے اللہ! کیسے ہوگا، میں بوڑھا ہوں، میری بیوی بانجھ ہے، جواب ملا، یہ میرے لیے آسان ہے، عرض کیا، اے اللہ! اس کی نشانی مقرّر فرمادے، جواب دیا، اس کی نشانی یہ ہے کو تین رات تک تم بات نہ کرو۔ (مریم ۳ تا ۱۰) کیا یہ باتیں حضرت زکریا علیہ السّلام کی کتاب میں موجود تھیں؟

نتیجہ قرآن مجید کے محولہ بالا واقعات سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السّلام کے پاس کتابِ الٰہی کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیّدالمرسلین کے پاس سوا قرآنِ مجید کے دوسری وحی نہ آئے؟ ضرور آتی تھی ورنہ لازم آئے گا کہ دوسرے انبیاء علیہم السّلام کے مقابلہ میں آپ اس نعمت سے محروم تھے، انبیاءِ سابقین سے اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوتی تھیں، سوال و جواب ہوتے تھے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید کے علاوہ نہ کبھی اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور نہ کبھی جواب ملا؟ ضرور سوال و جواب ہوئے لیکن وہ قرآنِ مجید میں موجود نہیں، لہٰذا وہ دوسری وحی (حدیث) میں ہے۔

حدیث اگر حجّت ہے تو پھر اس کا منزّل من اللہ ہونا ضروری ہے | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (الاعراف - ۳)

اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ کسی ولی کی اتباع مت کرو۔

اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حدیث حجّت ہے اور اس کے بغیر قرآن مجید پر عمل کرنا ناممکن ہے تو پھر یقیناً حدیث وحی ہے کیونکہ آیتِ بالا کی رو سے صرف وحی کا اتباع لازم ہے اور غیر وحی کا اتباع حرام ہے۔

حدیث کے حجّت ہونے کے دلائل

دلیل اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قوم کو خطاب کیا:

اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِيْ اِلَى الْعِبَادِ اَدْعُوْهُمْ اِلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ اَنْزَلَ عَلَيَّ كِتَابًا (مسند احمد، وسنده صحيح، بلوغ الامانی جزء ۲۰ صـ۲۶۶)

"(اے قوم) میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اللہ نے بندوں کی طرف مبعوث کیا ہے کہ میں انہیں اس بات کی دعوت دوں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور مجھ پر اللہ نے ایک کتاب نازل کی

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا الفاظ حجت ہیں تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اگر یہ الفاظ حجت نہیں تو پھر لازم آئے گا کہ نہ آپ اللہ کے رسول ہیں، نہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ آپ کی رسالت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ الفاظ حجت ہوں، جب تک یہ الفاظ حجت نہ ہوں قرآن مجید بھی حجت نہ ہوگا اور یہ الفاظ حدیث کے الفاظ ہیں لہٰذا حدیث کا حجت ہونا لازمی ہے۔

دلیل دوم قرآنی الفاظ کی تشریح و توضیح اور آیاتِ قرآنی سے استنباطِ مسائل آج کل بھی لوگ کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے، عہدِ رسالت میں بھی لازماً ایسا ہوا ہوگا اور یہ عقلاً محال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی دوسرا تشریح و استنباط کے فرائض انجام دے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کام کو بھی انجام دیتے ہوں گے

اور جب آپ کسی آیتِ قرآنی کی تفسیر کرتے ہوں گے، تو کیا کسی کو اس کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا جائز تھا؟ کیا وہ کہہ سکتا تھا کہ آپ کی بیان کردہ آیت صحیح اور آپ کی تفسیر غلط، بس آپ آیت سنا دیجئے، تفسیر ہم خود کر لیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور جب ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر تفسیرِ قرآن کے سلسلہ میں حدیث کا حجت ہونا ظاہر ہے۔

ایک شبہ یہاں بعض لوگوں کو ایک شبہ بھی پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ آپ کی تفسیر صرف آپ کی زندگی میں حجت تھی، آپ کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ کی تفسیر حجت ہوگی کیونکہ وہی اس وقت مرکزِ ملّت ہوگا اور تفسیر کا تعلق مرکزِ ملّت سے ہے، منصبِ رسالت سے نہیں، یہ شبہ بذاتِ خود مضحکہ خیز ہے گویا رسالت کا منصب مرکز ملت کے منصب سے کم درجہ کا حامل ہے، یہ عقلاً اور شرعاً محال ہے اور اگر بالفرضِ محال تسلیم کر بھی لیا جائے کہ مرکزِ ملت کی تفسیر حجت ہوگی تو بہرحال قرآن مجید کے علاوہ ایک دوسری حجت مانی گئی اور یہ یقیناً مرکزِ اوّلین یعنی رسول کی تشریح سے کم درجہ کی چیز ہوگی، جب یہ حجت ہوسکتی ہے تو مرکزِ اوّلین یعنی رسول کی تشریح کا حجت ہونا زیادہ قرینِ عقل ہے۔

دلیل سوم رسول صاحبِ وحی ہوتا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اس کی حدیث وحی الٰہی ہوتی ہے لہٰذا آیت زیرِ بحث کی رو سے اس کا اتباع لازمی ہے اور اس طرح ہم کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن جو لوگ مرکز ملت کی تشریح کو حجت شرعی سمجھتے ہیں اور اس کی اتباع کو لازمی قرار دیتے ہیں وہ یہ بتائیں کہ آیا ان کی یہ تشریح وحی ہوتی ہے یا نہیں، اگر وہ یہ کہیں کہ وحی ہوتی ہے تو گویا ہر مرکز ملت یعنی خلیفہ صاحبِ وحی ہوا اور یہ باطل ہے، اور اگر وہ یہ کہیں کہ وحی نہیں ہوتی تو پھر آیت زیرِ بحث کی رو سے اس کا اتباع حرام ہے اور حرام کو حلال بلکہ فرض سمجھنا شرک اور کفر کے سوا کچھ نہیں، لہٰذا قرآن مجید کی تشریح کے لئے صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ اس کی تشریح بھی وحی ہو ورنہ اس کا اتباع حرام بلکہ شرک ہوگا اور وحی صرف رسول کے پاس آتی ہے، لہٰذا صرف رسول کی تشریح حجت ہوگی، کسی اور کی تشریح حجت نہیں ہوگی یعنی حدیثِ رسول حجت شرعیہ ہے، لہٰذا وحی ہے۔

دلیل چہارم کیا قرآن خود مکتفی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس کو سمجھنے کے لیے لغت کی ضرورت ہے اور یہ مسلّمہ امر ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں، خصوصاً اس صورت میں کہ

اسلامی حکومت اس جگہ قائم ہو جہاں کی مادری زبان عربی نہ ہو اور مرکز ملت عربی سے نا آشنا ہو ، ایسی صورت میں قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے عربی لغت کی طرف رجوع کرنا ہوگا ، بس ثابت ہوا کہ قرآن کفایت نہیں کرتا بلکہ اپنی تشریح کے لئے دوسری چیز کا محتاج ہے اور یہ حجت ہے ، اور جب یہ چیز حجت ہے تو وہ چیز حجت کیوں نہ ہو جو قرآن کی شرعی لغت ہے ، یعنی حدیث ، لغت میں کسی لفظ کی تشریح یا معنی کسی ایک آدمی یا چند آدمیوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں ، وہ آدمی بھی معصوم نہیں ہوتے کہ ان سے غلطی نہ ہو ، پھر اکثر وہ مجہول ہوتے ہیں ، مزید برآں ان کے بیان کردہ معانی مؤلفِ لغت تک سنداً نہیں پہنچتے ، پھر لغت کا مؤلف ضروری نہیں کہ صادق القول اور راسخ فی العلم ہو ، اگر باوجود ان تمام عوارض کے لغت کے مندرجات حجت ہوں تو کتنے افسوس کی بات ہے کہ معصوم ، اصادق المصدوق ، صاحبِ وحی ، انسانِ کامل ، معلوم و معروف شخصیت کے بیاں کردہ معانی جو صادق القول اور راسخین فی العلم نے باسند ، باوثوق ، معروف و مشہور ، صادق القول مسلّمہ استادوں سے حاصل کر کے جمع کئے ہوں ، حجت نہ ہوں پھر یہ افسوس اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے جبکہ ان معانی پر اُمّت کا عملاً اجماع ہو ، وہ معانی مخبرِ صادق تک نقلاً بھی مشہور و متواتر ہوں اور عملاً بھی مشہور و متواتر ہوں ، پھر بھی وہ تو حجت نہ ہوں ، اور حجت ہو تو وہ لغت جو بالکل بے سند ہو ، مزید برآں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا مؤلف مسلم ، باشرع ، باوقار عالم بھی نہ ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ متعصب ، غیر مسلم یا کم علم مُلّا ہو ۔

دلیل پنجم لغت زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے لہٰذا کس لغت کو حجت قرار دیا جائے اور کس کو نہیں اس مشکل کا حل سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ اس لغت کو حجت مانا جائے جو مہبط وحی نے بتائی اور وحی کے اولین مخاطبین نے سمجھی اور اس وقت بولی جاتی تھی جب قرآن مجید اتر رہا تھا ۔

دلیل ششم ہر فن اور ہر علم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے ، بعض اوقات لغت میں کچھ اور معنی ہوتے ہیں اور اصطلاح میں کچھ اور ، ایسی صورت میں اصطلاحی معنی ہی منشاءِ کلام کو سمجھنے کے لیے حجت ہوتے ہیں ، نہ کہ لغوی معنی ، ایک شخص گو وہ کتنا ہی بڑا ادیب کیوں نہ ہو ، علومِ ریاضی ، علومِ طبعیات ، علومِ طب وغیرہ کی کتابوں کو نہیں سمجھ سکتا ، اس لئے کہ وہ فنی

اصطلاحوں سے واقف ہونا ہے، اس کے لئے لغت کا علم بے کار ہی نہیں ہوگا بلکہ مزید حیرانی کا موجب۔ قرآن مجید چونکہ علومِ شرعیہ کا منبع ہے لہٰذا اس کی بھی کوئی نہ کوئی اصطلاح ہونی چاہیئے مثلاً زکوٰۃ کے لغوی معنی کچھ اور ہیں اور شرع میں کچھ اور، اور شرع میں وہی معنی معتبر ہیں جو کہ اصطلاحاً مشہور ومعروف ہیں اور اصطلاح بھی اس شخص کی مستند مانی جائے گی جس پر قرآن مجید نازل ہوا یا ان لوگوں کی جن کے زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا کیونکہ مرورِ ایام سے اصطلاح بھی بدل جایا کرتی ہے، الغرض حدیث، قرآن مجید کے اصطلاحی معنی بیان کرتی ہے لہٰذا تشریحِ قرآن مجید کے لئے وہی حجت ہے اور بس۔

دلیل ہفتم لغت میں ایک ہی لفظ کے دو دو، تین تین، چار چار بلکہ دس دس، بیس بیس معانی دیئے ہوتے ہیں، اگر قرآنی تشریح کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو قرآن مجید بازیچۂ اطفال بن جائے گا۔ کوئی کچھ معنی کرے گا اور کوئی کچھ، اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ الحاد کو پنپنے کا موقع ملے گا، اختلاف کا ایک سیلابِ عظیم ہوگا اور امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی جیسا کہ من مانی تفسیر کرنے سے فی الواقع ہوچکا ہے اور مختلف فرقوں کا وجود اس کا عملی ثبوت ہے، ان فرقوں نے حدیث کا براہِ راست انکار کرنے کے بجائے اس کو ٹلانے کے لئے چور دروازے تلاش کیئے، کبھی قرآن مجید کو بطور حجت پیش کیا اور اس کے معانی وہ اختیار کر لئے جو حدیث کے خلاف تھے اور پھر بطور فخر کہنے لگے کہ ہمارے قول کی دلیل قرآن مجید ہے، بھلا قرآن مجید کے مقابلہ میں حدیث کیسے مانی جائے گی، کبھی اپنی عقلِ ناقص کو معیار بنا کر حدیث کو خلافِ عقل سمجھ لیا اور اس طرح حدیث سے نجات حاصل کرلی، اس اختلاف اور الحاد کے سدِباب کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ کے ایک معنی مقرر ہوں اور یہ کون کرسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسی شخصیت ہیں جن پر سب جمع ہوسکتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ حدیث حجت ہو اور قرآن مجید کی وہی تشریح قابلِ تسلیم ہو جو حدیث میں بیان کردی گئی ہو، پس ثابت ہوا کہ حدیث حجت ہے، لہٰذا منزل من اللہ ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ اس مشکل کا حل بعض لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ مرکز

ملت کی تشریح ہر شخص کو تسلیم کرنی ہوگی لہٰذا اختلاف و الحاد کا کوئی امکان نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جبری اتفاق ہوگا، اس سے ذہنی اختلاف دور نہ ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ ذہنی اختلاف عملاً پھوٹ پڑے اور بڑے بڑے فتنوں کا موجب بن جائے مثلاً خارجی اور سبائی تحریکیں اس ذہنی اختلاف کا نتیجہ تھیں، دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ تاریخ اس بات کی تائید نہیں کرتی کہ مرکز ملت نے کوئی تشریح کی ہو اور کبھی اس کا چیلنج نہ کیا گیا ہو بلکہ بار با ایسا ہوا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے تاریخ کے طالب علم بخوبی واقف ہیں، تیسرے یہ کہ اگر ایک مرکز ملت اپنے زمانہ میں ایک آیت کے کچھ معنی کرے، دوسرا مرکز ملت کچھ اور، اور تیسرا مرکز ملت کچھ اور معنی کرے اور اسی طرح معنے بدلتے رہیں تو کیا یہ سب تشریحات صحیح مانی جائیں گی، کیا ہر تشریح "الوحی من السماء ہوگی، کیا یہ تمام تشریحات " شدِ پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا" کی مصداق نہ ہوں گی اور ایک غیر مسلم ان میں سے کون سی تشریح کو قرآنی تشریح خیال کرے گا؟ فرض کیجئے کہ ایک مرکز ملت پانچ وقت کی نماز فرض قرار دے اور دوسرا مرکز ملت تین وقت کی نماز فرض مانے تو ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں تشریحات صحیح ہیں، کوئی غلط نہیں، جیسا کہ تقلیدی مذاہب میں ہوا اور ہو رہا ہے، ایک ہی چیز ایک مذہب میں حلال، دوسرے میں حرام اور دونوں اپنے اپنے دائرہ میں حق پر، اب اگر کوئی حرام کھا رہا ہے تو کھاتا رہے، ہمیں بولنے کی کیا ضرورت، وہ ہمارے لئے حرام ہے لیکن اس کے لئے حلال ہے، اس کو نادانی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے، کتنا عجیب اور کس قدر مضحکہ خیز وہ سماں ہوگا جب ایک ہی زمانہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف مراکز ملت قائم ہو جائیں اور ہر ایک اپنی اپنی تشریح کرتا رہے، حلال و حرام کا فرق ہو، اختلافات بعیدہ ہوں، لیکن ہم پھر بھی یہی کہیں کہ سب ٹھیک ہیں۔

ذرا غور فرمائیے! وہ کتنا عجیب ہوگا جب کوئی مرکز ملت کسی ایسے لفظ کے جو لغت اضداد سے ہو کوئی خاص تشریح کرے اور دوسرا مرکز ملت ایسی تشریح کرے جو پہلے کی ضد ہو۔ کیا یہ صورت ظہور پذیر نہیں ہو سکتی؟ ضرور ہو سکتی ہے، پھر کیا یہ صورت حق ہوگی؟ نہیں بالکل باطل ہوگی، عقل سلیم کسی ایک معنی اور اس کی ضد دونوں کو صحیح نہیں مان سکتی، لہٰذا مرکز

ملت کے معانی حجت نہیں ہوسکتے اور نہ اس سے اختلاف والحاد کا سدِّ باب ہوسکتا ہے۔ یہ مرکز ملت کا مفروضہ اصول ہی بالکل مضحکہ خیز ہے، کاش یہ لوگ غور کرتے۔

چوتھی بات اس سلسلہ میں یہ بھی غور طلب ہے کہ جب کوئی مرکز ملت ہی نہ ہو، جیسا کہ آج کل ہے، تو پھر اختلاف و الحاد کو روکنے کی کیا صورت ہوگی؟ اختلاف و الحاد کے سدِّ باب کے لیے کوئی ایسا ذریعہ ہونا چاہیے جو عارضی نہ ہو بلکہ مستقل اور دائمی ہو، مرکز ملت اول تو اس مرض کی دوا نہیں، اور پھر مستقل اور دائمی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو علاج کہنا کسی صورت سے صحیح نہیں، اس کا سدِّ باب وہی چیز کرسکتی ہے جو خود دائمی اور مستقل ہو، اور وہ سوائے حدیث کے اور کچھ نہیں، لہٰذا حدیث کے حجت ہونے میں کیا شبہ رہا، اور جب وہ حجت ہوئی تو آیت زیر عنوان کی رو سے وحی ہوئی۔

دوسرا شبہ اور اس کا ازالہ | بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی تشریح آپ کرتا ہے، لہٰذا ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں، لیکن یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے، حقیقت اس کے خلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، صلوٰۃ قائم کرو، صلوٰۃ کسے کہتے ہیں، اس کی تفصیل نہیں، قرآن مجید میں جب اس کی تشریح تلاش کرتے ہیں تو عجیب حیرانی ہوتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ، صابرین پر اللہ کی طرف سے صلوٰۃ ہوتی ہے اور رحمت۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ان پر صلوٰۃ بھیجئے، بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لئے باعثِ سکون ہے، ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ نازل ہورہی ہے، دوسری آیت میں بندے کو حکم ہورہا ہے کہ صلوٰۃ نازل کرو، اب کوئی کیا سمجھے، ایک جگہ ارشاد ہے: اَقِیْمُوا الدِّیْنَ دین قائم کرو، ہوسکتا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دین کے ہوں اور اس آیت میں صلوٰۃ کی تشریح دین سے کی گئی ہو، پھر ارشاد ہوتا ہے: وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ وزن قائم کرو، لہٰذا صلوٰۃ کے معنی وزن کے بھی ہوسکتے ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ، یعنی دن کے دونوں اطراف اور کچھ رات کے وقت بھی صلوٰۃ قائم کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ایسی چیز ہے جو مسلسل قائم نہ رکھی جائے بلکہ دن اور رات کے بعض اوقات میں قائم کی جائے۔ "صلوٰۃ" کے معنی کولے ہلانے کے بھی ہوسکتے ہیں، اس لحاظ سے اگر کوئی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے

معنی یہ کرے کہ "ناچ کی محفل قائم کرو" اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے "إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (حدید۔۲۰) دنیا کی زندگی بس لہو و لعب ہی تو ہے اور پھر اس طرح استدلال کرے کہ جب دنیا کی زندگی لہو و لعب ہی ہے تو دنیا میں محفلِ رقص و سرود قائم کرنا ہی أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ کا اصلی منشاء ہے تو بتائیے اس کی تردید کیسے ہو سکتی ہے۔

دوسری مثال اور دلیل ہشتم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَآتُوا الزَّكٰوةَ — زکوٰۃ دو۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ٥ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا ٥ (مریم۔ ۱۲، ۱۳)

اے یحییٰ! کتاب کو قوت سے پکڑلو اور ہم نے یحییٰ کو بچپن ہی میں حکم دے دیا تھا اور اپنی طرف سے مہربانی دی تھی اور زکوٰۃ دی تھی اور وہ متقی تھے۔

اس دوسری آیت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے ہیں تو پہلی آیت کے معنی ہوئے، "پاکیزگی دو" اور یہ معنی سراسر باطل ہیں اور اگر پہلی آیت میں زکوٰۃ سے مراد ٹیکس ہیں تو دوسری آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ٹیکس دیتا تھا اور یہ بالکل مضحکہ خیز ہے۔

ان دونوں مثالوں سے واضح ہوا کہ قرآن مجید اکثر مقامات میں تشریحِ اصطلاح کا محتاج ہے، یعنی ایک استاد کی ضرورت ہے جو اسے پڑھائے اور اس کے مشکل مقامات کو حل کرے اور وہ استاد سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (الجمعۃ۔ ۲)

وہ اللہ ہی ہے جس نے اُمیوں میں ایک رسول مبعوث کیا جو اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اب اگر پڑھانے میں تشریح شامل نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

تلاوت کر دینا کافی تھا لیکن محض تلاوت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تلاوت کا منصب بتانے کے بعد تعلیم کا منصب بھی بتایا گیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں، لہٰذا آپ کی تشریح بھی من جانب اللہ ہونی چاہیے اور یہی وہ چیز ہے جس کو وحی خفی کہا جاتا ہے، اب اس کے حجت ہونے میں کیا شبہ رہ گیا؟

دلیل نہم | قرآن مجید کی بہت سی آیات بالکل ناقابلِ عمل ہیں، جب تک ان کی وہ تشریح تسلیم نہ کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ۔ (البقرۃ - ۱۹۷)

حج کے چند مہینے معلوم ہیں۔

یہ مہینے کون سے ہیں؟ قرآن مجید اس سلسلہ میں خاموش ہیں، ان مہینوں کے ناموں کا تذکرہ تو احادیث ہی میں ملتا ہے، غرض یہ کہ بغیر حدیث کے یہ آیت ناقابلِ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (التوبۃ - ۳۶)

اللہ کے نزدیک آسمان و زمین کی پیدائش کے دن سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہ ہے دین قیم۔

آیتِ مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین بارہ مہینوں اور چار محترم مہینوں پر مشتمل ہے لیکن قرآن مجید ان چار محترم مہینوں کے ناموں کے سلسلہ میں خاموش ہے، بتائیے کن مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھا جائے؟ اگر یہ کہا جائے کہ رواج کے مطابق مان لیا جائے تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ کفار تو ان مہینوں کو بدل دیا کرتے تھے، جیسا کہ خود قرآن مجید نے بتایا ہے:-

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ۔ (التوبۃ - ۳۷)

مہینوں کا آگے پیچھے کر لینا کفر میں زیادتی ہے۔

اب اگر ہم ان مہینوں کو رواج کے مطابق مان لیں تو پھر مہینوں کا تقرر کفار کے ہاتھ میں ہوگا، نہ رسول کے ہاتھ میں، نہ مرکز ملت کے ہاتھ میں، جس مہینہ کو کافر حرمت والا کہہ

دیں، پس ہم بھی اس کی حرمت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ (البقرۃ - ١٩٤)
اگر کفار کسی مہینے کی حرمت کریں تو تم بھی حرمت کرو۔ ادب کی چیزیں ایک دوسرے کا بدلہ ہیں۔

گویا قرآن مجید کی آیت کفار کی محتاج ہوئی، جو عمل کفار کا، وہی قرآن مجید کا منشاء۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ (الحج - ٢٨)
معلوم شدہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔

قرآن مجید پھر ساکت ہے کہ ان ایام کی تشریح کرے، اب بتایئے! اس پر کس طرح عمل ہو۔

حروف مقطعات کیوں واقع ہوئے ہیں؟ ان کی تشریح سے قرآن مجید خاموش ہے اور جو لوگ ان حروف کی تشریح قرآن مجید سے کرتے ہیں، وہ سوائے تُک بندی کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت - ١٦٤)
اور ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے اور ہم صف باندھنے والے ہیں۔

معلوم نہیں ان آیات کا متکلم کون ہے؟ پوری سورت پڑھ جایئے، کہیں اس جملہ کا متکلم نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرۃ - ٩٦)
اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

معلوم نہیں حج کیا چیز ہے، عمرہ کیا چیز ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (مریم - ٦٤)
ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے ربّ کے حکم سے۔

بظاہر اس آیت میں متکلم اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس سے اوپر کی آیات میں مسلسل جمع متکلم کا صیغہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے استعمال کیا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ

نازل نہیں ہوتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربّ کے حکم سے، گویا اللہ تعالیٰ کا بھی کوئی حاکم ہے جس کے حکم سے وہ نازل ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

غرض یہ کہ اس قسم کی بیسیوں گتھیاں ہیں، ان کو کون سلجھائے؟ اگر یہ کام مرکزِ ملت کے سپرد کر دیا جائے تو مختلف ادوار میں، بلکہ ایک ہی زمانہ کے مختلف مراکز میں حج کے مختلف مہینے ہوں گے۔ ایامِ معلومات مختلف ہوں گے، حروفِ مقطعات کی مختلف تشریحات ہوں گی، ایک ہی آیت کے مختلف متکلم مان لیے جائیں گے، مسلم خواہ کچھ بھی کہیں، غیر مسلم تو ان مختلف تشریحات کو دیکھ کر ہنسنے کے سوا اور کیا کرے گا، ان گتھیوں کا بس ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کو حل کریں، لہٰذا حدیث حجت ہوئی اور آیت زیرِ عنوان کی رو سے وحی ہوئی۔

دلیل دہم | قرآن مجید کی متعدّد آیات پر عمل کرنا ممکن نہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔ (البقرۃ ـ ۱۵۰)

اور جہاں کہیں سے آپ نکلیں، اپنے منہ کو مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیا کریں اور جہاں کہیں بھی تم ہو، اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف کرلیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر وقت، ہر حال میں منہ کعبہ کی طرف رہنا چاہیے، کیا یہ ممکن ہے؟ آخر یہ حکم کس وقت کے لئے ہے؟ کون بتائے، کس طرح اس پر عمل ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرۃ ـ ۲۸۲) جب تم خرید فروخت کیا کرو تو گواہ کر لیا کرو۔

بتلایئے! یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کے خریدتے وقت ہر دکان دار و خریدار گواہ کرلیا کریں، کیا یہ حکمِ قرآنی ممکن العمل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ـ ۳۱)

اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو۔

اس آیت پر کس طرح عمل کیا جائے؟ زینت تو لباس بھی ہے، زیوارات بھی ہے، کیا

اِس آیت کی رو سے عورتوں کو زیورات پہن کر نماز پڑھنی چاہیئے؟

غرض کہ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جو ناقابلِ عمل ہیں جب تک ان کے معنی اور ان کا موقع و محل متعین نہ ہو، ان پر عمل نہیں ہوسکتا اور یہ چیزیں کون متعین کرسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، لہٰذا حدیث حجت ہوئی اور آیت زیرِ عنوان کی رو سے وحی ہوئی۔

مندرجہ بالا دس دلائل سے ثابت ہوا کہ حدیث حجت ہے، لہٰذا آیت زیرِ عنوان کی رو سے وحی ہے، ورنہ غیر وحی کا اتباع لازم آئے گا اور یہ آیت کے خلاف ہے۔

حدیث کے وحی خفی ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (الحشر۔ ۵)

جو درخت تم نے کاٹے یا چھوڑ دیئے، یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ درخت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے گئے تھے لیکن وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ کوئی وحی تھی جس کے ذریعہ یہ حکم بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ (البقرۃ ۔ ۱۴۳)

اور اس قبلہ کو جس پر آپ اس وقت ہیں، یعنی بیت المقدس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں، کون رسول کی اتباع کرتا ہے؟

بیت المقدس کو قبلہ مقرّر کرنے کا حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں، لہٰذا وہ حکم بذریعہ وحی خفی نازل ہوا تھا، واضح ہو کہ اس آیت میں قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے کیونکہ اس سے آگے ارشاد ہے۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ہم عنقریب اس قبلہ کی طرف آپ کو موڑ دیں گے، جس قبلہ کی آپ کو خواہش ہے یعنی کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○

(التحریم - ۳)

اور جب نبی نے ایک بات پوشیدہ طور پر اپنی ایک بیوی سے کہی تو اس بیوی نے اس بات کو ظاہر کردیا، اللہ نے نبی کو اس افشاءِ راز سے مطلع کردیا تو نبی نے بعض بات جتادی اور بعض بات سے چشم پوشی کی، پس جب نبی نے اس بیوی سے اس بات کا ذکر کیا تو بی بی نے پوچھا، آپ کو کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا، مجھے علیم و خبیر نے خبر دی۔

قرآن مجید میں کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مطلع کیا کہ فلاں بی بی نے تمہارا راز ظاہر کردیا، پھر علیم و خبیر اللہ نے کس طرح خبر دی، ظاہر ہے کہ وحی خفی یعنی حدیث کے ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○

(آل عمران - ۱۲۴، ۱۲۵)

جس وقت اے نبی! تم مؤمنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا ربّ تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے؟ بلکہ اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے اور کافر پورے جوش و خروش سے تم پر حملہ آور ہوں گے تو تمہارا ربّ پانچ ہزار نشان دار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

یہ خبر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے صحابہ کو دی تھی اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے جنگ کے بعد ان آیات میں کیا ہے، قرآن مجید میں کہاں ہے؟ آخر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار بلکہ پانچ ہزار فرشتوں سے مدد فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جن کو سرگوشی سے منع کردیا گیا تھا لیکن وہ اب بھی وہی کام کررہے ہیں، جس کی ممانعت کی گئی

وہ حکم بذریعہ وحی خفی نازل ہوا تھا، اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کتاب سے مراد صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ حدیث بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء - ۱۱۳)

اور اللہ نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اور حکمت نازل فرمائی اور وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں اگر کتاب سے مراد قرآن مجید ہے تو حکمت سے مراد سوائے حدیث کے اور کیا ہے؟ اگر حکمت سے بھی قرآن مجید ہی مراد ہے تو متعدد مقامات پر کتاب و حکمت کی تکرار بے فائدہ ہے، پس ثابت ہوا کہ حکمت سے مراد حدیث ہے اور یہ کہ حدیث بھی مُنزّل مِن اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور - ۵۴)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم (رسول کی اطاعت سے) منہ پھیرو گے تو اس کے ذمّہ صرف وہ ہے جو اس پر لازم کردیا گیا ہے اور تمہارے ذمّہ وہ چیز ہے جو تم پر لازم کردی گئی ہے اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (البقرة - ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقت میں ہدایت ہے۔

یہ ہدایت کس طرح آتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (البقرة - ۳۸)

میری طرف سے وقتاً فوقتاً ہدایت آتی رہے گی، پس جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ بے خوف اور بے غم ہوں گے۔

پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہدایت ہے اور

دوسری اور تیسری آیات سے ثابت ہوا کہ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مُنزّل من اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ رسول کی اطاعت صرف قرآن مجید کی اطاعت ہے؛ اس کے علاوہ یہی نہیں بلکہ مطلق اطاعت کا حکم دیا۔ لہٰذا قرآن مجید اور غیر قرآن مجید ہر قسم کی اطاعت اس میں شامل ہیں۔

ماخذ: "تفہیم الاسلام"
از مسعود احمد

تلخیص و ترتیب: محمد صدیق میمن